عبدالسلام ندوی مرحوم

ابتدائی عہدِ اسلام میں عیسائی - مسلم مودّت

(ابو عثمان جاحظ کا نقطۂ نظر)

[عیسائی - مسلم مناظراتی ادب کا جائزہ لیا جائے تو عیسائیت کے حوالے سے دمشق کے سینٹ جان (م ۷۴۹ء) کا نام بہت نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ سینٹ جان نے ابتدائی اموی عہد دیکھا تھا اور علم و فضل کے اعتبار سے عیسائی معاشرے میں وہ اپنے وقت کا نمایاں شخص تھا۔ سینٹ جان نے ایک عیسائی اور ایک مسلمان کے درمیان مکالے کی شکل میں عیسائیت کے دفاع میں ایک کتاب تالیف کی اور مسلمانوں سے مباحثہ و مناظرہ کے لیے اہل عیسائیت کو گویا ایک ہدایت نامہ تیار کر کے دیا۔ سینٹ جان نے اپنی تحریر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر اس طرح پیش کی ہے کہ نعوذ باللہ اسلام ایک ایسے مدعی نبوت کا پیش کردہ مشرکانہ نظامِ عبادات ہے جس نے آریوسی خیالات کے زیر اثر کسی راہب سے استفادہ کیا ہے۔ سینٹ جان کی تقلید میں دوسرے عیسائی مناظرین بھی اسی نقطۂ نظر کی اشاعت میں مصروف رہے۔

مسلمانوں کی جانب سے متکلمانہ حملوں کے جو جوابات لکھے گئے، ان میں سے ایک علی ابن ربّن الطبری کے قلم سے ہے۔ علی ابن ربن اندازاً ۸۱۰ء میں مرو میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا تعلق ایک عیسائی خانوادے سے تھا۔ ابن ربن اپنے والد کے ساتھ طبرستان میں رہائش پذیر رہا اس لیے اُس کی صفت نسبتی "الطبری" مشہور ہوئی۔ ابن ربّن کی مادری زبان فارسی تھی مگر اُس نے عربی اور عبرانی وغیرہ زبانیں اپنے والد سے سیکھیں۔ ابن ربن الطبری طبرستان کے حاکم مازیار بن قارن کے دربار سے بطور کاتب وابستہ تھا اور جب ۸۳۸ء میں مازیار قتل ہو گیا تو ابن ربن بغداد چلا گیا اور وہیں مشرّف بہ اسلام ہوا۔ خلیفہ المتوکل (۸۴۷ء - ۸۶۱ء) کی ملازمت کی اور خلیفہ کے ایماء پر مسیحی متکلمانہ حملوں کا جواب "کتاب الدین والدولہ" کے نام سے لکھا۔ اندازاً ۸۶۴ء میں ابن ربن کا انتقال ہوا۔

اُن ہی دنوں میں جب علی ابن ربّن "کتاب الدین والدولہ" لکھ رہا تھا، عربی زبان و ادب کے امام اور فلسفی و متکلّم ابو عثمان جاحظ (۷۶۷ء - ۸۶۹ء) نے عیسائی نقطۂ نظر کی تردید میں ایک رسالہ "الرد علی

النصاریٰ" کے نام سے لکھا۔ جاحظ کی شہرت زیادہ تر اُس کی ادبی تخلیقات کے باعث ہے اور اُس کی تالیفات - کتاب البیان والتبیین، کتاب الحیوان اور کتاب البخلاء وغیرہ کے بغیر عربی ادب وانشاء کی کوئی لائبریری مکمل نہیں کہلا سکتی۔ فلسفہ و کلام کے حوالے سے جاحظ کا تعلق معتزلہ سے تھا اس لیے اہلِ سنت مؤرخین اور علماء نے اُس کی ادبی تخلیقات کی تعریف کے باوجود اُس کی فکری تحریروں کو زیادہ اہمیت نہیں دی تاہم کسی کو اُس کی ذہانت اور اُپچ سے انکار نہیں ہے۔

تاریخِ اسلام کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہودیوں اور عیسائیوں سے مسلمانوں کے تعلقات قائم ہو گئے تھے۔ اسلام کے بالکل ابتدائی زمانے میں یہودی علم و فضل اور دنیوی وجاہت کی وجہ سے زیادہ نمایاں تھے اور عیسائی نسبتاً کمزور اور دبے ہوئے تھے مگر وقت کے ساتھ ساتھ یہودی اپنا سماجی مقام برقرار نہ رکھ سکے۔

اِن کے برعکس عیسائی آبادی نے کمزور حالت سے آغاز کرتے ہوئے اسلامی معاشرے میں اہم مقام حاصل کر لیا۔ اُن میں اَن گنت حکماء اور اطباء پیدا ہوئے جو خلفائے اسلام کے درباروں سے وابستہ تھے اور علمی کاموں میں مصروف رہے۔

اس صورتِ حال پر غور و فکر کیا جائے تو یہ سوال سامنے آتے ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کی علمی و تمدنی حیثیت باہم مختلف کیوں رہی؟ کیا مسلمانوں نے یہودیوں کو دشمن خیال کرتے ہوئے اُنھیں فنا کرنے کی کوشش کی اور عیسائیوں کو آگے بڑھانے کے مواقع دیے۔ یا خود عیسائیوں میں زندہ رہنے کی سکت موجود تھی؟

ابو عثمان جاحظ نے سماجی حوالے سے اِن سوالات کے جواب دینے کی کوشش کی تھی۔ ذیل میں جاحظ کا نقطۂ نظر پیش کیا جاتا ہے جو مولانا عبدالسلام ندوی (م ۱۹۵۶ء) نے "الرد علی النصاریٰ" کے حوالے سے اپنے ایک مضمون میں نقل کیا ہے۔ گو مولانا مرحوم نے ایک دو جگہ اپنا نقطۂ نظر بھی بیان کر دیا ہے۔ مدیر]

۱۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ انسانوں کے تعلقات باہم جِس قدر قریبی ہوتے ہیں اُسی قدر اُن میں بغض و محبت زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ ایک بھائی دوسرے بھائی سے سخت محبت رکھتا ہے لیکن جب باہم اختلاف پیدا ہو جاتا ہے تو ان میں سخت عداوت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کے ساتھ یہودیوں کو بھی اسی قسم کی قربت حاصل تھی۔ کیوں کہ مدینہ اور اطراف مدینہ میں تو وہ پہلے ہی سے انصار کے ہمسایہ تھے۔ اس کے بعد جب مہاجرین نے ہجرت کی تو وہ اُن کے بھی ہمسایہ بن گئے۔ اسلام سے پہلے یہودیوں کو انصار پر مذہبی، علمی اور اقتصادی حیثیت سے تفوّق حاصل تھا، اور وہ اُن کے سیاسی ضعف اور اجتماعی افتراق و پراگندگی سے مختلف قسم کے فائدے اٹھاتے رہتے تھے، لیکن جب اسلام

نے یہودیوں کے اِس تفوّق کا خاتمہ کر دیا اور انصار کی قومی تفریق کو مٹا کر اجتماعی حیثیت سے اُن کی شیرازہ بندی کی اور مہاجرین بھی اس قومی ترکیب کا ایک اہم جزو بن گئے تو یہودیوں نے اس کو رشک و حسد کی نگاہ سے دیکھا، اور اسلام کی بیخ کنی کے لیے عوام کے دلوں میں اسلام کی جانب سے شکوک و شبہات پیدا کیے اور کمزور و ضعیف لوگوں کو اپنی طرف مائل کیا۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر علانیہ جنگ و جدل کے لیے ہر قسم کی سازشیں کیں اور اس کا سلسلہ ایک مُدّت تک قائم رہا۔ اِس لیے قدرتی طور پر مسلمانوں کے دلوں میں یہودیوں کی سخت عداوت پیدا ہو گئی اور وہ اُن کو اپنا سخت دشمن خیال کرنے لگے۔ لیکن عیسائیوں کی حالت یہودیوں سے بالکل مختلف تھی، کیونکہ اُن کی آبادی مکّہ اور مدینہ دونوں سے دور تھی اور وہ اسلام پر نہ طعن و تشنیع کرتے تھے، اور نہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لیتے تھے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کو یہودیوں کے ساتھ جس قدر بغض پیدا ہو گیا تھا، اُسی قدر اُن کے دلوں میں عیسائیوں کی محبت پیدا ہو گئی۔ اس کے ساتھ مہاجرین نے حبش کی طرف ہجرت کی تو نجاشی (جو مذہباً عیسائی تھا۔) کے حسنِ سلوک نے مسلمانوں کی نگاہ میں عیسائیوں کو اور بھی محبوب کر دیا۔

۲۔ عیسائیوں کی محبت کا ایک بڑا سبب اس آیت کی غلط تفسیر ہے۔

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین اٰمنوا الیھود والذین اشرکوا ج و لتجدن اقربھم مودۃ للذین آمنوا الذین قالوا انا نصٰرٰی ط ذٰلک بان منھم قسیسین و رھباناً و انھم لا یستکبرون○واذا سمعوا ما اُنزل الی الرّسول ترٰی اعینھم تفیض من الدّمع مما عرفُوا من الحق ج یقولون ربنا اٰمنا فاکتبنا مع الشّٰھدین○ومالنا لا نومن بِاللہِ وما جآء نا من الحق و نطمع ان ید خلنا ربنا مع القوم الصّٰلحین○ فاثا بھم اللہ بما قالو جنّٰت تجری من تحتھا الانھر خٰلدین فیھا ط وذٰلک جزآ ء المحسنین ○ [المآئدۃ : ۸۲ - ۸۵]

(تم تمام لوگوں میں مسلمانوں کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے اور ازروئے دوستی کے مسلمانوں سے سب سے زیادہ قریب ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے کہ ہم عیسائی ہیں۔ یہ اس لیے کہ ان میں قسیسین اور رہبان ہیں، اور وہ لوگ تکبّر نہیں کرتے۔ اور جب اُس کو سنتے ہیں، جو رسول پر اتارا گیا تو اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، اس لیے کہ اُنھوں نے حق کو پہچان لیا ہے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ خداوندا ہم ایمان لائے۔ اس لیے ہم کو شہادت دینے والوں کے ساتھ لکھ، ہم خدا پر اور اس حق پر جو

ہمارے پاس آیا، کیوں نہ ایمان لائیں، اور یہ خواہش کریں کہ ہمارا خدا ہم کو نیک قوم میں داخل کرے۔ تو انہوں نے جو کچھ کہا، خدا نے اُس کے بدلے میں اُن کو وہ باغ عطا فرمائے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ہمیشہ اِس میں رہیں گے اور یہ نیکی کرنے والوں کا بدلہ ہے۔)

کیونکہ خود اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سے تمام عیسائی مراد نہیں بلکہ بحیرا اور اسی قسم کے راہب اور قسیس مراد ہیں جو اپنے آپ کو عیسائی کہتے تھے۔ لیکن اگر انہوں نے اپنے آپ کو غلطی سے عیسائی کہہ دیا تو اس سے ہم اُن کو یقینی طور پر عیسائی نہیں کہہ سکتے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت سعید بن جبیر وغیرہ کے نزدیک اس سے تمام عیسائی جو مسلمانوں کے علانیہ دشمن ہیں، مراد نہیں ہیں بلکہ نجاشی اور اُن کی قوم کے لوگ مراد ہیں، جو حبشہ سے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ لیکن بہرحال اِس آیت سے عیسائیوں نے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کر لیا۔

۳۔ عیسائیوں کی محبت کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ جب اسلام کا ظہور ہوا تو عرب پر صرف دو شخص حکمران تھے جن میں ایک غسانی اور دوسرا لخمی تھا اور یہ دونوں کے دونوں عیسائی تھے۔ اور تمام عرب ان کا باج گزار تھا۔ اس لیے اہلِ عرب قدرتی طور پر ان کے ساتھ اُن کے مذہب کی بھی عزت کرتے تھے۔ تہامہ یعنی حجاز اگرچہ کسی سلطنت کے زیرِ اثر نہ تھا لیکن عام طور پر لوگ جن لوگوں کی تعظیم و تحقیر [کذا : توقیر] کرتے تھے، اہل حجاز کو بھی اُن کی تعظیم و تحقیر [کذا: توقیر] سے انکار نہ تھا۔ اس کے علاوہ شام اُن کی تجارت گاہ تھا اور اس تقریب سے اہل تہامہ سلاطینِ روم (جو عیسائی تھے) کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ جاڑوں اور گرمیوں میں اہل تہامہ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے، یمن، شام اور طائف کی طرف تجارتی سفر کرتے تھے اور ملک حبش میں اُن کے وفود نجاشی کے دربار میں حاضر ہوتے تھے، اور وہ اُن کی بڑی قدر و منزلت کرتا تھا اور ان کو بیش بہا صلے دیتا تھا، اس لیے قدرتی طور پر عیسائیوں کے ساتھ اہلِ عرب کے خوشگوار تعلقات قائم ہو گئے لیکن یہودیوں اور مجوسیوں کو یہ خصوصیت حاصل نہ تھی۔ اِس لیے وہ مسلمانوں کے اس لُطف و محبت سے محروم رہے جِس کو ان تعلقات نے عیسائیوں کے لیے مخصوص کر دیا تھا۔

۴۔ عیسائیوں کی محبوبیت کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ مذہبی حیثیت سے تمام عرب میں عیسائیت کو عام غلبہ حاصل ہو گیا تھا۔ قبیلۂ مضر تو بے شبہ یہودیت، مجوسیت اور عیسائیت سے متاثر نہیں ہوا تھا، بلکہ اسلام سے پہلے قدیم عربی جاہلی مذہب کا پابند تھا لیکن اس کے علاوہ تمام سلاطینِ عرب اور قبائلِ عرب عیسائی مذہب کے پیرو تھے۔ نجران میں لخم، غسان، حارث بن کعب، قضاعہ اور طے

وغیرہ بہت سے قبائل عیسائی تھے۔ اس کے بعد قبیلہ ربیعہ نے عیسائیت قبول کی اور تغلب، عبدالقیس، قبائل بکر میں اُس کی اشاعت عام ہو گئی۔ پھر آل ذوالجدین نے خصوصیت کے ساتھ عیسائیت کو قبول کیا۔ قبیلہ مضر کے جو لوگ حیرہ میں آباد ہو گئے تھے۔ اُنہوں نے بھی عیسائیت کو قبول کر لیا تھا اور عباد کہلاتے تھے، لیکن عرب میں یہودیت کو عام حسنِ قبولیت حاصل نہیں ہوا تھا۔ یہود صرف یثرب، حمیر، تیماء اور وادی قریٰ میں آباد تھے۔ لیکن یہ سب کے سب نسلِ ہارون سے تھے، عرب نہ تھے۔ عربی قبائل میں ایاد و ربیعہ کے لوگوں میں چند لوگ تو بے شبہ یہودی ہو گئے تھے اور ہمسائیگی کی وجہ سے انصار بھی کسی قدر اُن کے مذہبی اثر سے متاثر تھے لیکن اور قبائل پر یہودیت کا کوئی اثر نہ تھا۔ اِس بناء پر حکومت کے اثر اور مذہبی، قومی و نسبی تعلق نے مدّبرین عرب کو عیسائیوں کی طرف زیادہ مائل کیا اور یہود اِس شرف سے محروم رہ گئے۔

۵۔ عقلی علوم کی اشاعت کے بعد عیسائی علمی حیثیت سے بھی یہودیوں سے ممتاز ہو گئے کیوں کہ یہودیوں کے نزدیک علم صرف تورات اور کتبِ انبیاء میں محدود تھا۔ اس کے علاوہ اُن کے نزدیک فلسفیانہ اور متکلمانہ مباحث کفر و بدعت خیال کیے جاتے تھے اور طب و نجوم کی تعلیم زندقہ و دہریت کا سبب تھی لیکن عیسائی یونانیوں سے زیادہ قریب تھے اور اُن کا خیال تھا کہ یونانی بھی رومی قبائل میں داخل ہیں۔ اس لیے اُنہوں نے یونانی حکمت و فلسفہ سے خوب فائدہ اٹھایا اور اُن کی بہت سے کتابوں کو اپنی طرف یا اپنے مذہب کی طرف منسوب کر لیا۔ اس بناء پر عہدِ اسلام میں طبیب، متکلّم، منجّم اور فلسفی زیادہ تر عیسائی ہوئے اور عام لوگوں پر اُن کے اس عَلمی امتیاز کا اثر پڑا۔ ابتدائے اسلام میں یہود کو بھی اگرچہ علمی فضیلت حاصل تھی اور اسلام کے نقلی علوم پر اُن کا اثر بھی پڑا لیکن عقلی علوم کی اشاعت کے بعد اُن کی کوئی علمی حیثیت قائم نہ رہ سکی۔

۶۔ عیسائی پیشے کے لحاظ سے یہودیوں سے ممتاز تھے کیوں کہ بادشاہوں کے میر منشی، روساء و اشراف کے طبیب، عطّار، صرّاف، نجار اور تصویر ساز زیادہ تر عیسائی ہوتے تھے۔ اس کے مقابل میں یہودیوں کا پیشہ نہایت ذلیل تھا، اور وہ صرف رنگریز، دبّاغ، حجّام اور قصّاب ہوتے تھے۔ پیشے کے ساتھ معاشرتی حیثیت سے بھی عیسائی یہودیوں سے زیادہ صاف اور ستھرے تھے اور عمدہ لباس زیبِ تن کرتے تھے۔ اس اختلاف حالت کو دیکھ کر عام لوگوں نے یہ خیال قائم کر لیا کہ پیشہ اور معاشرت کی طرح یہودیوں کا مذہب بھی نہایت ذلیل اور نجس ہے--- [ماہنامہ "معارف" (اعظم گڑھ)، مئی ۱۹۲۸ء، ص ۳۷۵-۳۷۹]